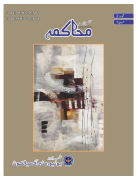

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ڈاکٹر رفعت چوہدری

پی ایچ ڈی اقبالیات

لیکچرار، شعبہ اُردو، جی سی ویمن یونیورسٹی، سیال کوٹ

فکرِ اقبال اور عصرِ حاضر (ضربِ کلیم کے تناظر میں)

Thoughts of Iqbal in the context of Zarb – e– Kaleem

Dr. Rifat Choudhry,
PhD (Iqbal Studies)
Lecturer, Department of Urdu, GC Women University Sialkot

ABSTRACT

At the beginning of practical life, Allama Muhammad Iqbal, was highly influenced by the modern prophecies of his era. Even though the socio-economic conditions of the Muslims of that time were despondent, still the poetical collection he got from his dynasties was very gigantic and eloquent. Iqbal wanted to guide his Nation so "Ban'ge Deraa" is believed to be the emergence of his poetical life. Iqbal's arts of poetry were reached to its pinnacle up till Zarb'be Kaleem. That was the collection in which he decided to have an open combat against the falseness of that era. He strictly criticized the untruthful conflictions of the time due to which Muslims were deeply deprived of high morals like the Oneness of Almighty Allah. Iqbal protests all those elements of that period due to which the quest of action was dying. It is regretfully said that the firm belief and true thinking is still missing in today's Muslims. Their perception has departed, and their minds are terrified. Our art and literature have run-down from its factual soul. Thus, it is the need of the hour to read and teach Iqbal's poetry, so that Modern Muslim could build a society which is truly based on the superlative morals like peace justice, tolerance, and humanity.

Keywords: Prophecies, Ban'ge Dara, Zarb'be Kaleem, Modern Muslim, Justice, Humanity

برصغیر پاک و ہند میں جب مغلوں کی سلطنت زوال پذیر ہوئی تو ساتھ ہی مسلمانوں کا معاشرتی، تمدنی، اقتصادی اور ثقافتی انحطاط بھی شروع ہو گیا۔ برصغیر کے مسلمان سخت اقتصادی بدحالی کا شکار ہو گئے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد وہ ہنگامہ برپا ہوا جسے انگریز مورخ بغاوت اور غدر کہہ کر خوش ہوتے ہیں۔ سرسید کے خیال میں یہ بغاوت ایک ہندوستان گیر تحریک کا نتیجہ تھی۔ چنانچہ انہوں نے اس کے اسباب سے بحث کرتے ہوئے اسے "بغاوت ہند" قرار دیا ہے۔

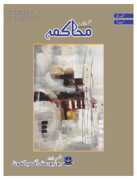

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں مسلمانوں نے جو حصہ لیا اس کی سزا انگریزوں نے یہ دی کہ مسلمان امرا، شرفا اور علما کو چن چن کر شہید کیا گیا۔ مسلمانوں پر حکومت کے تمام دروازے بند کر دیے گئے اور ایسا طریقہ تعلیم نافذ کیا گیا جو مسلمانوں کی مشکلات کا کوئی حل پیش نہیں کرتا۔ مسلمانوں کی جائیدادوں پر ناجائز قبضہ کر لیا گیا۔ مسلمان امرا اتنے مقروض ہو گئے تھے کہ ہندو قرض خواہ ان کے قبضے سے زمین اور مکان نکال لیتے۔ اسلامی قانون اور ضابطے کی بجائے انگریزی قانون و ضابطہ نافذ کیا گیا ان بدترین حالات میں مسلمان اپنی زندگی کے دن پورے کر رہے تھے اور مسلمان زندگی کے ہر شعبے میں زوال کا شکار ہو رہے تھے مسلمانوں کا یہ احساس شدت اختیار کرتا چلا جا رہا تھا کہ برصغیر پاک وہند کی حکومت مسلمانوں سے چھن چکی ہے اور اس وقت محدود وسائل کے ساتھ انگریزوں کے خلاف جہاد میں کامیابی ممکن نہ تھی۔ مسلمان بڑے تذبذب اور کرب میں زندگی گزار رہے تھے اس زمانے میں مسلم قوم ہی ایک ایسی جماعت تھی جس کو پوری طرح کچلا گیا تھا۔ اردو ہندی تنازعے نے مسلمانوں اور ہندوؤں میں نفرت کی مزید دیوار کھڑی کر دی۔ یہ ہیں وہ سیاسی حالات اور ملک کا ماحول جس میں علامہ اقبال نے جنم لیا اور اپنی زندگی کا آغاز کیا اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اقبال اپنے اس عصری ماحول سے متاثر ہوئے۔

معاشرتی انحطاط اور ادبی زوال کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ بعض اوقات اچھا ادب زوال پذیر زمانوں میں پیدا ہوتا ہے لیکن اس حقیقت کو بھی جھٹلایا نہیں جا سکتا کہ استثنائی صورتوں سے قطع نظر معاشرتی زوال اور ادبی انحطاط یا تو متوازی ہوتے ہیں یا ان میں رشتہ تعلیل قائم ہوتا ہے۔ اقبال نے اپنی ذات اور شخصیت کے ابلاغ و اظہار کے لیے شاعری کو محض اس لیے منتخب کیا کہ انہیں شعری روایت میں بہت وسیع سرمایہ نظر آیا۔ اگرچہ اقبال کو مسلمانوں کی معاشرت کا جو سماں نظر آیا وہ بڑا دردناک تھا لیکن جو شعری سرمایہ ان کے ہاتھ میں آیا وہ بہت وسیع اور معنی خیز تھا۔ اگرچہ اردو شاعری یا بالفاظ دیگر اردو غزل انیسویں صدی کے آخر تک انحطاط پذیر تھی تاہم اردو کی شعری روایت کے تمام علائم اور رموز معین ہو چکے تھے۔ اصطلاحات واضح تھیں استعارات، تشبیہات اور تلمیحات کا بہت قیمتی ذخیرہ دیوانوں میں موجود تھا۔

اقبال کو اپنی قوم کی راہنمائی کرنا تھی لہذا "بانگ درا" جب منظر عام پر آئی تو اس دور کی شاعری کو ہم اقبال کی شاعری کی صبح کاذب کہہ سکتے ہیں۔ جس کی روشنی طلوع آفتاب کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ اس دور میں ارتقا فن کی رفتار خاصی تیز معلوم ہوتی ہے۔ وطنیت، تصوف، یورپی تہذیب، سیاست، قومیت سب پر اقبال کی نظر تھی اقبال اپنی قوم کو گاہے بگاہے آگاہ کرتے رہے۔ اقبال اپنی قوم کے دروازے پر بار بار دستک دے رہے تھے اور انہیں منفی چیزوں سے بچنے اور مثبت چیزیں اپنانے کی پرزور تلقین کر رہے تھے۔ اقبال کی صرف ہندوستان کے مسلمانوں کی کسمپرسی پر ہی نظر نہیں تھی بلکہ تمام عالم کے نظم کا مطالعہ اقبال کی

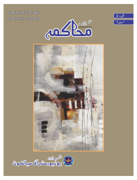

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

نظر میں تھا۔ اقبال نے مشرقی اور مغربی دونوں علوم اور نظاموں کو نہ صرف پڑھا بلکہ مشاہدہ بھی کیا لیکن اقبال کو مشرق اور مغرب دونوں سے مایوسی کے سوا کچھ نہ ملا۔

مسلمان اپنا سب کچھ کھو چکے تھے۔ خودی جیسی کمال صفت سے عاری ہو چکے تھے۔ مذہب اور خدا سے دوری نے مسلمانوں کی حالت کو اور زیادہ لاچار کر دیا تھا۔ تصوف کے غلط تصورات مسلمانوں کے ہاں رواج پا رہے تھے۔ مسلمان کاہل اور سست ہو چکے تھے۔ وطنیت اور قومیت کے تصور میں الجھے ہوئے مسلمان یورپ کے مکر و فریب کے جال میں بری طرح پھنس چکے تھے۔ ملوکیت، سرمایہ درانہ نظام، اشتراکیت یورپی تہذیب کی ظاہری چکاچوند میں مسلمان اندرونی طور پر پس رہے تھے۔ اقبال اپنے عہد کے نظام عالم سے سخت بیزار تھے اور اپنی اردو اور فارسی شعری تصانیف میں ایک نئے عہد کا عندیہ دے چکے تھے۔ لیکن پھر اقبال نے فیصلہ کر لیا کہ اب عہد حاضر کے خلاف جنگ کرنے کا وقت آ گیا ہے۔

اقبال ہندی مسلمان کی فلاکت و بربادی پر بے چین ہو جاتا ہے اور دوش کے آئینے میں فردا کا خواب دیکھ کر مسلمانوں کو مایوسی کے اندھیروں سے نکال دیتا ہے لیکن وہ عہد حاضر کے ان تمام غلط تصورات پر شدید چوٹ کرتا ہے۔ جن سے متاثر ہو کر مسلمان توحید جیسی اعلی اور برتر صفت سے محروم ہو چکے ہیں وہ نعرہ حق بلند کرتا ہے۔ اقبال نے امت مسلمہ کی راہبری کے لئے بندہ مومن کو تلاش کیا اور اسے توحید اور خودی کا درس دیا۔ اقبال نے لفظ "خودی" کے مفہوم میں انقلابی تبدیلی کی اور اس کو نہایت وسیع معنی پہنا کر ذات انسانی کی بے پناہ قوت و استعداد اور ذات مطلق اور کائنات سے اس کے رشتے پر روشنی ڈالی۔

اقبال کے نظریے کے مطابق خودی کے یہ معنی ہوئے کہ ہر شخص اپنی صلاحیت کو پہچانے اور اپنی استعداد کو بیدار کرے۔ اقبال جانتے تھے کہ جب تک مسلمانوں کی خودی بیدار نہیں ہو جاتی وہ اپنے لیے نیا جہان بنا ہی نہیں سکتے کیونکہ اس جہان رنگ و بو کا ظہور دراصل خودی کی نمو ہے۔ خودی کی بیداری ہی انسان کا رشتہ اللہ سے جوڑتی ہے اور تخلیق کائنات کا سبب بنتی ہے۔ اسی لیے اقبال نے ضرب کلیم کے پہلے حصے میں (اسلام اور مسلمان) مومن کی خودی کا راز لا الہ الا اللہ میں تلاش کیا۔

خودی کا سر نہاں لا الہ الا اللہ
خودی ہے تیغ فساں لا الہ الا اللہ(1)

علامہ کے مطابق خودی کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر فرد اپنی صلاحیتوں کو پہچانے۔ اپنی قوتوں کو عمل کے سانچے میں ڈھالے اور عقیدہ توحید پر سختی سے کاربند رہے۔ اگر اقبال کے افکار کو کسی نظام کے تابع کہا جائے تو وہ نظام عقیدہ توحید ہے۔ اقبال کے نزدیک انسانی خودی اس وقت تک پختہ نہیں ہو سکتی جب تک عقیدہ توحید پر خالص طریقے سے ایمان نہ لایا جائے۔ اقبال کے نزدیک اسلامی

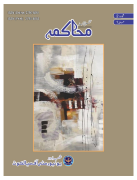

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

توحید فلسفیانہ چیز نہیں ہے بلکہ ایک متفقہ عملی نظام ہے۔ عقیدہ توحید سے مومن کو تقویت ملتی ہے جب کہ عقیدہ توحید سے دوری مسلمانوں کے زوال اور جمود کا ایک بڑا سبب ہے۔ عقیدہ توحید کے سلسلے میں اقبال "ضرب کلیم" میں فرماتے ہیں:

زندہ قوت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی
آج کیا ہے فقط اک مسئلہ علم کلام
قوم کیا چیز ہے قوموں کی امامت کیا ہے
اس کو کیا سمجھیں یہ بیچارے دو رکعت کے امام(2)

اقبال کے نزدیک یہ عقیدہ اگر مومن کے تن من میں مکمل سرائیت کر جائے تو وہ ہر قسم کے خوف و حزن سے محفوظ رہتا ہے۔ لیکن اقبال عہد حاضر کے انسان اور خاص طور پر مسلمان سے مایوس ہیں کہ انہوں نے اسلام کے اس عملی پہلو کو ترک کر دیا اور خدا کی ذات اور صفات کی بحثوں میں الجھ گئے۔ وہ اس نکتے کو بھول گئے کہ اعمال کی وحدت کے بغیر افکار کی وحدت نا تمام رہتی ہے۔ اسی لئے وہ عہد حاضر کے ملا سے شاکی نظر آتے ہیں کہ آج کا ملا قرآن و حدیث کی بحثوں میں الجھ کر خودی سے محروم اور عقیدہ توحید سے دور نظر آتا ہے۔

عجب نہیں کہ خدا تک تری رسائی ہو
تری نگہ سے ہے پوشیدہ آدمی کا مقام
تری نماز میں باقی جلال ہے، نہ جمال
تری اذاں میں نہیں ہے مری سحر کا پیام(3)

ضرب کلیم میں ہی ایک اور نظم بعنوان "نکتہ توحید" میں اقبال فرماتے ہیں:

بیاں میں نکتہ توحید آ تو سکتا ہے
ترے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے
وہ رمز شوق کہ پوشیدہ لاالہ میں ہے
طریق شیخ فقیہانہ ہو تو کیا کہیے(4)

اقبال کو عہد حاضر کے ملا کے ہاں کوئی مرد مومن نظر نہیں آتا ان کے نزدیک مرد مومن کی ایک نظر افراد کے افکار میں زلزلہ ڈال دیتی ہے اور اقوام کی تقدیر میں انقلاب پیدا کر دیتی ہے۔ اقبال انسان کے اختیار، آزادی اور قوت کار ہونے کا اثبات

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

کرتے ہیں۔ "ضرب کلیم" میں اپنی ایک نظم "احکام الہی" میں اقبال نے واضح کیا کہ انسان اپنی تقدیر خود بنا سکتا ہے یا خود برباد کر سکتا ہے۔

پابندی تقدیر کہ پابندی احکام !
یہ مسئلہ مشکل نہیں اے مرد خرد مند
تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن فقط احکام الہی کا ہے پابند (5)

لیکن اقبال کے نزدیک مرد مومن کی یہ خصوصیات نہیں ہیں کہ وہ دین میں اپنی مرضی اور منشا کے مطابق نت نئی تبدیلی ایجاد کریں اور خود کو اتنا آزاد کریں کہ خود ہی ایک تازہ شریعت بنائے۔ اقبال کو عہد حاضر کے ملا اور علما سے یہی گلہ ہے اور "ضرب کلیم" میں نظم "آزادی" میں وہ ایسے ہی آزاد انسان نما ملا پر کڑی تنقید کرتے ہیں جن کی وجہ سے عہد حاضر کا مسلمان درست تعلیمات سے دور ہے۔

قرآن کو بازیچہ تاویل بنا کر
چاہے تو خود اک شریعت کرے ایجاد
ہے مملکت ہند میں اک طرفہ تماشا
اسلام ہے محبوس، مسلمان ہے آزاد !(6)

اقبال ارادہ انسانی کی عظمت کا اعتراف کرتے ہیں اور جبر کی مخالفت کرتے ہیں۔ اس عقیدہ کے زیر اثر جمود پیدا ہوتا ہے جو بے عملی کا باعث بنتا ہے۔ اقبال اس پر افسردہ ہوتے ہیں کہ مسلمان ذوق عمل سے محروم ہوتے جا رہے ہیں۔ اقبال فرماتے ہیں کہ یہ جاننا ضروری ہے کہ تقدیر پرستی کا زہر ایک طرح سے نوجوان نسل کو قوت عمل سے محروم کر رہا ہے۔ اقبال اس صورتحال کو باعث نفرت خیال کرتے ہیں جس میں انسان تقدیر کو قصوروار ٹھہرا کر عمل سے اپنی جان چھڑا لے۔ وہ کف افسوس ملتے ہیں کہ ان کی ملت نے اب یہ شعار بنا لیا ہے کہ تقدیر کا بہانہ بنا کر بے عملی کی زندگی گزاری جائے۔ اقبال نے ضرب کلیم میں مفکرانہ انداز سے اس موضوع پر قلم اُٹھایا ہے۔

اقبال کو عہد حاضر میں ایک اور برائی نظر آئی جس نے مسلمان کو کاہل بنا دیا اقبال نے عجمی تصوف کے ان عناصر کے خلاف احتجاج کیا جن سے ذوق عمل مردہ ہوتا ہے۔ اقبال کے نزدیک اس تصوف کو اسلام کے سادہ عقائد سے کوئی واسطہ نہیں۔ اس کا بنیادی ستم یہ ہے کہ یہ "خودی" کو تباہ کرتا ہے۔ اقبال تصوف میں رہبانیت کو اسلام کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اقبال فرماتے ہیں کہ

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

صوفیاء کو توحید اور وحدت الوجود کا مفہوم سمجھنے میں سخت غلطی ہوئی ہے۔ اسی لیے وہ اس دور کے تصورات تصوف کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں۔ لیکن اقبال کا یہ احتجاج تصوف کے ہلاکت آفرین اور زندگی کش عناصر کے خلاف ہے۔ "ضرب کلیم" میں نظم "تصوف" میں اقبال فرماتے ہیں:

یہ حکمت ملکوتی، یہ علم لاہوتی
حرم کے درد کا درماں نہیں تو کچھ بھی نہیں
خرد نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں(7)

اقبال کو ایسا مرد مجاہد کہیں نظر نہیں آتا جو خودی کی صفت سے بھرپور ہو اور عقیدہ توحید کی مشعل ہاتھ میں لے کر ایک نیا جہان آباد کرنے کی ٹھان لے۔

صوفی کی طریقت میں فقط مستی احوال
ملا کی شریعت میں فقط مستی گفتار
وہ مرد مجاہد نظر آتا نہیں مجھ کو
ہو جس کے رگ و پے میں فقط مستی کردار(8)

اقبال کو ایسے مرد حق کی تلاش ہے جس کی ضرب کاری ہو اور جس کے اندر آفاق گم ہو جائے۔ جو معرکہ حق و باطل میں فولاد ہو۔ اقبال عہد حاضر کے انسان کے اندر خودی اور عشق جیسی صفات کو ناپید دیکھتے ہیں جس کی وجہ سے وہ محکومی اور گورانہ تقلید کا شکار ہو چکا ہے۔ اقبال کہتے ہیں کہ آج کے انسان کی فکر خام ہے جس کی وجہ سے وہ تباہی کے دہانے پر کھڑا ہے۔ تعلیم و تربیت انسان کے اصلی جوہر ہیں۔ جن کا فقدان انسان کو جانداروں کے قریب لے جاتا ہے۔ اقبال محرک زندگی کا قائل ہے۔ اسی لئے اقبال انسانی تربیت کے لئے فلسفہ خودی کی ترغیب دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک خودی اور عشق کے جذبے کے بغیر عہد حاضر کے انسان کی تربیت ممکن نہیں۔ "ضرب کلیم" میں جگہ جگہ خودی کی بیداری کی تلقین کرتے ہوئے اقبال فرماتے ہیں:

خودی کو جس نے فلک سے بلند تر دیکھا
وہی ہے مملکت صبح و شام سے آگاہ(9)
اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی
ہو جس کے جوانوں کی خودی صورت فولاد(10)

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

اقبال کے خودی کے فلسفہ میں خدا بینی و خود بینی لازم و ملزوم ہیں۔ اقبال کے نزدیک خودی اگر زندہ ہو تو فقر میں شہنشاہی کی شان پیدا ہو جاتی ہے اور کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی تصرف میں آجاتا ہے۔ خودی کی بیداری سے ہر شے کی حقیقت مثل آفتاب اس پر آشکار ہو جاتی ہے۔ اقبال عہد حاضر کے انسان، اساتذہ، جوانوں اور مدرسوں میں دی جانے والی تعلیم سے سخت نالاں ہیں۔ ان کے نزدیک یہ سب لوگ نفی خوری کی تعلیم دے کر انحطاط یافتہ اور مغلوب قوم پیدا کر رہے ہیں۔ اہل ہند خودی کی تعلیم سے ڈرتے ہیں اور محکومی کو پسند کرتے ہیں۔ عصر حاضر کے نوجوانوں اور طالبعلموں سے اقبال بہت نالاں ہیں۔ ان کے لیے اقبال کے ہاں "ضرب کلیم" میں متعدد نظموں میں بلا کی تلخی اور شکایت ہے۔

اقبال! یہاں نام نہ لے علم خودی کا
موزوں نہیں مکتب کے لئے ایسے مقالات
بہتر ہے کہ بیچارے ممولوں کی نظر سے
پوشیدہ رہیں باز کے احوال و مقامات(11)

شیخ مکتب کے طریقوں سے کشاد دل کہاں
کس طرح کبریت سے روشن ہو بجلی کا چراغ(12)

اقبال کہتے ہیں کہ عصر حاضر کا مسلمان خودی جیسی صفت سے عاری ہے۔ اس کے خیالات پراگندہ اور توہمات سے پر ہیں۔ نہ یہ سعی پیہم کرتے ہیں اور نہ دلوں میں سوز و گداز ہے۔ اقبال عہد حاضر کے طالب علم پر یوں نوحہ کناں ہیں:

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں
تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو
کتاب خواں ہے مگر صاحب کتاب نہیں(13)

اقبال اچھی طرح سمجھتے تھے کہ عہد حاضر کے انسانوں میں یقین محکم اور پختہ خیالی کمیاب ہے۔ اساتذہ، مدرسہ اور طالب علموں کے قول و فعل میں کوئی ربط نہیں۔ سمجھ مردہ اور دماغ افسردہ ہے۔ اس سے افلاس تخیل نے مشرق و مغرب میں عجیب و غریب گل بوٹے کھلائے ہیں۔ اقبال فرماتے ہیں کہ مغربی تہذیب توحید خودی اور عشق کے جوہر سے خالی ہے۔ لہذا فرزند اسلام کا فرض ہے کہ اس بدلے ہوئے دور میں اپنے دین و ایمان کو نہ بدلے۔ دور حاضر میں مشرقی تمدن پر سب سے بڑا اعتراض اقبال کو یہ

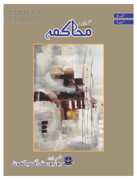

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ہے کہ اس نے عورت کو آزادی سے محروم اور دنیا کی عام روش سے بالکل علیحدہ کرر کھا ہے۔ اقبال نے عورت کے مسائل کو قرآن کی روشنی میں سمجھا اور پھر اپنا فلسفہ مرتب کیا۔ عورت نصف انسانیت ہے۔ مرد انسانیت کے ایک حصہ کی ترجمانی کرتا ہے تو دوسرے حصے کی عورت۔ عورت کو نظر انداز کر کے جو بھی پروگرام بنے گا وہ ناقص اور ادھورا ہو گا۔ علامہ اقبال عورت کی آزادی کے قائل ہیں مگر اس آزادی کے نہیں جو یورپ نے اس کو عطا کی ہے۔

ہزار بار حکیموں نے اس کو سلجھایا
مگر یہ مسئلہ زن رہا وہیں کا وہیں
قصور زن کا نہیں ہے کچھ اس خرابی میں
گواہ اس کی شرافت پہ ہیں مہ و پروین
فساد کا ہے فرنگی معاشرت میں ظہور
کہ مرد سادہ ہے بیچارہ زن شناس نہیں(14)

اقبال کے نزدیک مرد اور عورت فرائض کے اعتبار سے یکساں اہمیت رکھتے ہیں مگر دونوں کی جسمانی ساخت مختلف ہے۔ اقبال کے نزدیک عورت کی سب سے بڑی صلاحیت امومت ہے اور امومت کے فرائض وہ بدلتے ہوئے زمانے کے مطابق تبھی بہتر طور پر کر سکے گی جب وہ بہتر تعلیم حاصل کرے گی۔ ایسی عورت جو ماں بن کر امومت کے بہترین فرائض ادا کرتی ہے اس عورت سے ہزار ہا بہتر ہے جو ماں نہیں بنتی بلکہ تہذیب و تمدن کے ہاتھ میں کھلونا بن جاتی ہے۔

تہذیب فرنگی ہے اگر مرگ امومت
ہے حضرت انساں کے لیے اس کا ثمر موت
جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اسی علم کو ارباب نظر موت(15)

عہد حاضر میں اقبال ایک اور نکتے کی طرف تنقید کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ ہمارا ادب اور فن سرد ہو چکا ہے۔ اس کی روح میں سوز و ساز اور گداز نہیں رہا۔ اقبال کے نزدیک فن ایک الہامی چیز ہے اور یہ ہر کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔ اقبال اپنے فن کے ذریعے شعر و ادب کی ہئیت و موضوع میں آنے والی ہر بڑی تبدیلی کے پیچھے سماجی زندگی میں آنے والی تبدیلی کے خواہاں ہیں۔ اقبال کے نزدیک فن ادب اور اخلاق کے ماتحت ہے۔ اقبال نے ایسی شاعری اور موسیقی کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ جو جوش و طرب کی بجائے قنوطیت پیدا کرے۔ اقبال کے نزدیک فن وہی ہے جو

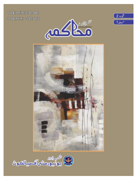

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

زندگی بخش اور زندگی کا ترجمان ہو۔ اقبال شاعری کو خودی کا مظہر قرار دیتے ہیں۔ "ضرب کلیم" میں جابجا علامہ اقبال نے ایسے فن کی کڑی مذمت کی ہے جو قوموں کو عروج کی بجائے زوال کی طرف دھکیلتا ہے۔ اقبال اس قوم پر افسوس کا اظہار کرتے ہیں جو موت میں حصہ دار بنتی ہیں اور اس کا شاعر زندگی کی لذتوں میں رو گرداں ہو جاتا ہے۔

ہے شعر عجم گرچہ طرب ناک دل آویز
اس شعر سے ہوتی نہیں شمشیر خودی تیز(16)

اقبال کو قنوطیت کسی قیمت پر گوارا نہیں چناچہ انہوں نے ایسے تمام عجمی اور ہندی فنون کی مذمت کی ہے جو صحت مند زندگی سے گریز کرتے ہیں۔ علامہ اقبال فن لطیف کی ماہیت اور اس کے حسن و قبح سے خوب واقف ہیں اس لیے فنونِ لطیفہ پر ان کی تنقید بہت حکمت آموز اور اصلاح کوش ہے۔ علامہ اقبال مغرب کے ہر چیز سے بیزار ہیں چنانچہ مغرب کی سیاست بھی اقبال کو ویسی ہی بری معلوم ہوتی ہے جیسی مغرب کی تہذیب۔ اقبال یورپ کی ملوکیت، اشتراکیت اور فاشزم تینوں کا دشمن ہے۔ اقبال اس لحاظ سے خوش قسمت ہے کہ انھیں مشرق و مغرب کی تعلیمات، افکار، اقدار اور روایات کو قریب سے جاننے کا موقع ملا۔ وہ مشرق و مغرب کے تقابلی جائزے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ اہل مغرب صرف ظاہریت۔ کو سنوارتے ہیں مگر باطن پر کوئی توجہ نہیں دیتے اور مسلمان قوم مغربی چکاچوند سے مرعوب ہو کر ذہنی طور پر بھی مغرب کی غلام بن رہی ہے۔

ابتدا میں اقبال کا دل مارکس، نطشے اور نرگساں سے جزوی طور پر متاثر ہوا۔ اسی وجہ سے اقبال کو اشتراکیت کا حامی اور فاشسٹ بھی کہا گیا۔ لیکن اصل میں اقبال نے اشتراکیت، جمہوریت، ملوکیت اور ہر اس نظام پر تنقید کی ہے جو اسلام کے خلاف ہے۔ انہوں نے سرمایہ دارانہ نظام پر کڑی تنقید کی اور اس نظام کو مزدوروں کے خلاف ظلم قرار دیا۔ "ضرب کلیم" میں لکھتے ہیں:

پانی بھی مسخر ہے ہوا بھی ہے مسخر
کیا ہو جو نگاہ فلک پیر بدل جائے
دیکھا ہے ملوکیت افرنگ نے جو خواب
ممکن ہے اس خواب کی تعبیر بدل جائے(17)

سرمایہ دارانہ نظام نے جو تباہی مچائی اس کے رد عمل کے طور پر اشتراکی تحریک نے جنم لیا۔ کارل مارکس پہلا شخص تھا جس نے اس فلسفے کی تشریح کی۔ اقبال اگرچہ سرمایہ داری کے سفینے کے ڈوبنے کے آرزومند ہیں اور انہوں نے اس نظام کے خلاف کھل کر لکھا لیکن انہوں نے اشتراکیت کے نظری اور عملی پہلوؤں پر غور کر کے اپنے نتائج فکری سے ملت کو آگاہ بھی کیا۔ اقبال جان گئے تھے کہ یہ تحریک دین اسلام کی روح سے خالی ہے اس لئے بہت دیر تک مغربی استعمار کے مقابل نہیں ٹھہر پائے گی۔ اقبال سرمایہ

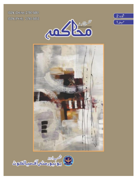

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

پرستی کی شدید مخالفت کے باوجود اشتراکیت کے مطالبات پورے نہیں کر سکتے تھے۔ جب اشتراکیت بھی اسلام سے ٹکرانے لگی تو اقبال کو اس نظام کے منفی اثرات نظر آنے لگے۔ اس تحریک نے بھی انسان کی باگ دوڑ مادہ پرست جمہور کے ہاتھ میں دے دی۔ لہٰذا اقبال سمجھ گئے کہ اس تحریک سے انسانوں کی بھلائی ممکن نہیں۔ "ضرب کلیم" میں نظم "اشتراکیت" کا مطالعہ اس حوالہ سے معنی خیز نتائج کا حامل ہے۔

اقبال جمہوریت پر بھی کڑا وار کرتے ہیں اور اس طرز حکومت کو بھی مناسب نہیں سمجھتے۔ ان کے نزدیک جمہوریت افراد سے بصیرت چھین لیتی ہے۔ اقبال کے نزدیک جمہوریت بھی آمریت کا پردہ ہے چونکہ مغربی جمہوریت میں صرف سر شماری ہوتی ہے۔ اس لئے اقبال اس نظام حکومت کو قابل اعتبار نہیں سمجھتے۔

اقبال کے ذہن میں جمہوریت کا وہ نقشہ ہے جسے اسلام نے کچھ عرصے تک دنیا کے سامنے پیش کر دیا تھا۔ اسلام نے جو نظام قائم کیا وہ بھی ایک خاص انداز کی جمہوریت تھی جس کو از روئے وحی آسمانی خدا نے اتارا تھا۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر مبنی تھا۔ اقبال کے خیال میں انداز سیاست، طرز حکومت اور اسلوب معاشرت کے معاملے میں مغرب دوئی کا شکار ہے اور جب سے یہ دوئی شدید رنگ میں ظاہر ہوئی ہے مغرب کوڑھ ہو گیا ہے۔ اقبال کو مشرق والوں سے گلا ہے کہ وہ اسلامی نظام حیات سے آنکھیں بند کر کے مغربی تہذیب کے پجاری بن رہے ہیں:

یورپ کی غلامی پہ رضا مند ہوا تو
مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے یورپ سے نہیں ہے(18)

اس کی وجہ یہی ہے کہ مسلمان اپنی خودی کھو بیٹھے۔ محکومی و غلامی کو انہوں نے اپنی تقدیر مان لیا۔ مغربی تہذیب کی روش اپنا کر اسلامی تہذیب سے منہ موڑ بیٹھے اور اپنے بنیادی عقائد سے منہ موڑ کر غلام بن گئے۔

صرف اس قوم کا بے سوز عمل زار و زبوں
ہو گیا پختہ عقائد سے تہی جس کا ضمیر(19)

اقبال کی پٹھانوں سے محبت ان کی مختلف تحریروں میں ملتی ہے۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کے مستقبل کے بارے میں غور و فکر کرتے رہتے تھے۔ لہٰذا محراب گل افغان کے جن افکار کا ذکر ضرب کلیم میں ہوا ہے وہ خوشحال خان خٹک اور سید جمال الدین افغانی جیسے ہر نابغہ پر چساں کئے جا سکتے ہیں۔ اقبال کے یہ اپنے خیالات ہیں جو انہوں نے افغانوں کو جگانے کے لیے افغان کے منہ سے کہلوائے ہیں۔ ضرب کلیم کے تناظر میں اس حصے کو افغانوں کے لیے وصیت تصور کیا جانا چاہئے۔

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

مختصر یہ کہ اقبال ایک ایسے جہان کے متلاشی ہیں جہاں مسلمان عقیدہ توحید اور خودی جیسی صفات کے مالک ہوں۔ جہاں عہد حاضر کا مسلمان عشق جیسے جذبے سے لبریز دین اسلام کے اصولوں پر قائم بہترین سیاست، معاشرت، رواداری اور انصاف پر مبنی معاشرہ قائم کریں۔ اقبال کو چونکہ دنیائے اسلام سے گہری محبت تھی اس لیے انہوں نے تمام مسلمانوں کو یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ اسلام کا نظام دنیا کے تمام سیاسی نظاموں سے بہتر ہے۔ آج کے مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنی اجتماعی زندگی کو اسلام کے بنیادی اصولوں کی روشنی میں تعمیر کریں اور اپنے اندر مرد مومن کی صفات پیدا کر کے ایک نیا جہان بنائیں۔

آگ اس کی پھونک دیتی ہے برنا و پیر کو
لاکھوں میں ایک بھی ہو اگر صاحب یقین(20)

اقبال مسلمانوں کے سماجی و معاشی حالات دیکھ کر افسردہ ہوئے۔ آپ اپنی قوم کی رہنمائی کرنا چاہتے تھے اس لیے "بانگِ درا" کو ان کی شاعرانہ زندگی کا ظہور سمجھا جاتا ہے۔ ضرب کلیم تک اقبال کا فنِ شاعری عروج پر پہنچ گیا۔ یہ وہ مجموعہ کلام تھا جس میں اقبال نے عصرِ حاضر کے خلاف کھلی جنگ لڑنے کا اعلان کیا۔ انہوں نے اس وقت کی باطل قوتوں پر کڑی تنقید کی۔ اقبال اس دور کے ان تمام عناصر کے خلاف احتجاج کرتے ہیں جن کی وجہ سے عمل کی جستجو دم توڑ رہی تھی۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج کے مسلمانوں میں یقیں محکم اور عملِ پیہم کا جذبہ دم توڑ چکا ہے۔ ہمارا فن اور ادب اپنی حقیقت پسندی سے دور ہو چکا ہے۔ لہٰذا اقبال کی شاعری کو پڑھنا اور پڑھانا وقت کی اہم ضرورت ہے، تاکہ عصرِ رواں کا مسلمان ایسے معاشرے کی تعمیر کر سکے جس کی بنیاد امن ،انصاف، رواداری اور انسانیت جیسے اعلیٰ اخلاق پر ہو۔ اس مضمون کا مطالعہ علم و عمل کا شوق پروان چڑھائے گا، فکرِ اقبال کے موضوعات میں تحقیق و تنقید کی راہیں استوار ہوں گی اور اقبالیات کے مآخذ کشادہ ہوں گے۔

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

حوالہ جات

۱۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (اردو)، (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان)، ص۲۷/۵۲۷
۲۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (اردو)، ص،۳۷/۵۳۷
۳۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (اردو)، ص،۳۶/۵۳۶
۴۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (اردو)، ص،۶۶/۵۶۶
۵۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (اردو)، ص،۷۷/۵۷۷تا۷۸/۵۷۸
۶۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (اردو)، ص،۷۵/۵۷۵
۷۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (اردو)، ص،۴۷/۵۴۷
۸۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (اردو)، ص،۵۲/۵۵۲تا۵۳/۵۵۳
۹۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (اردو)، ص،۸۴/۵۸۴
۱۰۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (اردو)، ص،۸۵/۵۸۵
۱۱۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (اردو)، ص،۹۱/۵۹۱
۱۲۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (اردو)، ص،۹۲/۵۹۲
۱۳۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (اردو)، ص،۹۵/۵۹۵
۱۴۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (اردو)، ص،۱۰۴/۶۰۴
۱۵۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (اردو)، ص،۱۰۸/۶۰۸
۱۶۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (اردو)، ص،۱۳۹/۶۳۹
۱۷۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (اردو)، ص،۱۵۹/۶۵۹
۱۸۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (اردو)، ص،۱۶۳/۶۶۳
۱۹۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (اردو)، ص،۱۵۶/۶۵۶
۲۰۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (اردو)، ص،۱۸۸/۶۸۸